درس حدیث

یحییٰ نعمانی

اعمالِ صالحہ میں مجاہدہ

(ا) ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے یوں نقل کرتے تھے کہ وہ فرماتا ہے جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ اکیلے میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اکیلے میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجمع میں میرا تذکرہ کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اس کو یاد کرتا ہوں۔ جب وہ میرے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں خود اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور وہ اگر میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں، وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔'' (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد واعلان کا مطلب یہ ہے کہ ذکر وعبادت اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بندے سے خاص قسم کی محبت فرماتے ہیں اور اس کو قرب ومعیت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ ایسے بندوں کی اللہ کی طرف سے غیبی طریقوں سے مدد اور حفاظت کی جاتی ہے۔ جس میں سب سے اہم بات ان کے دل اور نفس کی حفاظت ہے۔ وہ فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہتے ہیں اور خاص قسم کی ایمانی بصیرت اور نورانی ہدایت سے ان کو سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تائید ونصرت کا معاملہ فرماتا ہے۔

پھر اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کا بھی تذکرہ ہے کہ بندہ جب اللہ کی محبت، اس کی رضا جوئی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو کوشش بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بڑی قدر افزائی فرماتا ہے۔ کم عمل پر زیادہ مقامات ومراتب خسروانہ سے نوازا جاتا ہے اور اپنے قرب کی عزت دی جاتی ہے اور اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ بندہ اگر اللہ کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے اور اگر بندہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دوگنا یعنی دو ہاتھ بڑھتا ہے اور اگر بندہ چلتے ہوئے اللہ کی طرف جاتا ہے تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آتا ہے۔ ظاہر ہے ان ساری تعبیرات کا مدعا قرب وعزت افزائی اور اس بات کا اعلان ہے کہ بندے کے تھوڑے عمل کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ لہٰذا بندے کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ جس قدر اعمال صالحہ کا اہتمام کر سکے اور ان میں مجاہدہ کر سکے' کرتا جائے۔

اس حدیث میں خاص طور پر یہ بات قابل غور ہے کہ اس میں اعمالِ صالحہ کے ثواب اور ان پر ملنے والے

انعامات کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ کی محبت، معیت اور اس کے قرب کے مقامات کا تذکرہ ہے۔ اور واقعہ ہے کہ یہ عام ثواب اور دیگر انعامات سے کہیں بڑی چیز ہے۔ اسی لیے اہل جنت کو جنت کی ساری نعمتوں اور اعزازات سے سرفراز کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا۔ کچھ اور دوں؟ تو وہ کہہ اٹھیں گے اب نعمت و عزت میں سے بچا ہی کیا؟ سب تو آپ نے دے دیا کہ اچانک رخ انور سے حجاب اٹھایا جائے گا اور دیدار و ملاقات سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ آپ ﷺ اس واقعہ کی خبر دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل جنت کے لیے اس نعمت و اکرام سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ہوگی۔

(۲) ''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رات کی نماز (تہجد) کے لیے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے سوچا سو آیتوں پر رکوع کریں گے، مگر آپ ﷺ پڑھتے گئے۔ میں نے کہا اچھا سورت ختم کر کے رکوع کریں گے مگر آپ ﷺ نے آل عمران شروع کر دی، وہ بھی پوری ہوگئی پھر سورۂ نساء شروع فرمائی وہ بھی ختم کی۔ روانی کے ساتھ اس طرح تلاوت کرتے تھے کہ جس آیت میں تسبیح کا حکم ہوتا، آپ تسبیح فرماتے، کوئی دعا کا موقع آتا رک کر دعا فرماتے۔ اللہ کے عذاب کا تذکرہ آتا تو اللہ سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور اس میں ''سبحان ربی العظیم'' کئی بار کہا اور رکوع بھی قیام کی طرح طویل کیا۔ پھر ''سمع اللہ لمن حمدہٗ'' کہہ کر آپ کھڑے ہوگئے اور یہ ''قومہ'' بھی رکوع کے برابر کیا۔ پھر سجدہ فرمایا اور اس میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہا اور سجدہ بھی قیام کی طرح طویل کیا، اس طرح پوری نماز مکمل کی۔'' (صحیح مسلم)

آپ ﷺ رات کی نماز (تہجد) کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص طور پر اس نماز کے مشاہدے کا بہت موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے کسی شاگرد سے انہوں نے کہا تھا کہ ''نہ پوچھیے کتنی حسین اور لمبی نماز ہوتی تھی۔'' اوپر دی گئی روایت بھی بتلا دی ہے کہ آپ رات کی نماز میں کس قدر مجاہدہ کرتے تھے۔

(۳) ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تہجد کی نمازیں اس قدر طویل پڑھتے تھے کہ آپ کے پاؤں کی جلد پھٹ پھٹ جاتی، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ ﷺ کی اگلی پچھلی ساری غلطیاں معاف کی جا چکی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں ایک شکر گزار بندہ اور غلام نہ بننا چاہوں۔'' (صحیح بخاری)

انبیاء علیہم السلام کا مقام اس سے کہیں بلند ہوتا ہے کہ ان سے کسی بھی قسم کے گناہوں کا ارتکاب ہو کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مزاج و فطرت بخشی ہوتی ہے اور ان کے دل میں اللہ کا جو خوف اور اس سے جو محبت ہوتی ہے، اس کی وجہ سے ان سے اللہ کی نافرمانی کا بھی امکان نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ

کی معرفت رکھتے ہیں اوراس کی بلند مرتبی کا سب سے زیادہ مشاہدہ کرتے ہیں۔اپنے ظاہری وجود کے ساتھ اس مادی دنیا میں ہوتے ہوئے بھی ہمہ وقت ان کا ایک خاص رابطہ اللہ تعالیٰ اور ملأ اعلیٰ سے رہتا ہے۔اس عالم کے حقائق ان پر منکشف ہوتے رہتے ہیں۔اس وجہ سے اپنے سارے مجاہدوں،قربانیوں اور عبادت کے باوجود ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ بندگی کا حق ادا نہیں ہوا۔وہ جانتے ہیں کہ ان کا مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور ان کا دامن گناہ وعصیان کے گرد وغبار سے کتنا ہی پاک کیوں نہ ہو تاہم اس ذوالجلال والاکرام کے سامنے ان کی حیثیت ایک عبد،ایک بندہ،ایک عاجز مخلوق اور ایک محتاج وسائل کی ہی ہے اور مقام عبودیت کا کمال یہی ہے کہ بندہ ہمہ وقت اپنی کوتاہی پر پشیمان اور اپنی تقصیرات کا اقراری رہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے رسول ﷺ کے مقام ومرتبہ کو جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔اس نے جہاں ایک طرف ان کے رفع درجات کا اعلان کیا ہے اور اس حد تک ان سے یگانگی ویکجائی کا اظہار کیا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت،رسول ﷺ کی مرضی کو اپنی مرضی اور رسول ﷺ سے دوری کو اللہ سے دوری قرار دیا ہے اور اپنی کتاب میں بلا مبالغہ پچاسوں جگہ اپنے اسم گرامی کے ساتھ ورسولہ یا والرسول کا نام ذکر کیا ہے۔لیکن اس کے باوجود وہ اتنا بڑا آقا اور مالک ہے کہ رسول کا محاسبہ بھی کرتا ہے۔ان کو اپنی خطاؤں کی معافی مانگنے کا حکم بھی دیتا ہے مگر ساتھ ہی رضا ومحبت بھرے انداز میں اگلی پچھلی ساری خطاؤں کی معافی کا اعلان بھی فرماتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مغفرت ومعافی کے اعلان کو کہ ’’اللہ نے آپ ﷺ کی ساری اگلی پچھلی خطائیں معاف کردیں‘‘ معاذ اللہ آپ کے گناہوں کا ثبوت نہیں بلکہ اعزاز واکرام کا اعلان سمجھتے تھے۔اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اس حدیث کے مطابق) آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کے لیے اللہ نے اعلان رضا ومغفرت فرمایا ہے۔آپ کو کس بات کا خوف کہ اس درجہ مجاہدہ فرماتے تھے کہ نمازوں میں پاؤں پر ورم آجائے اور جلد پھٹ جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے اور اِجتِباء و اِصطِفاء کا جو معاملہ مجھ سے فرمایا ہے کیا میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

سچ ہے کہ اللہ کے قرب کے راستے (سلوک الی اللہ) کے مسافر کو نہ کبھی سیری ہوتی ہے اور نہ کبھی تھکاوٹ واکتاہٹ کا احساس بلکہ جتنا راستہ طے ہوا جاتا ہے منزل کا شوق اور بڑھتا جاتا ہے اور مسافر اپنی رفتار اور بڑھاتا جاتا ہے۔